قائدِ اعظمؒ کی یاد

اپنے مشاہیر اور محسنوں کی یاد کو تازہ کرنا اور تازہ رکھنا زندہ قوموں کا شعار ہے۔ اِس سے اعلیٰ قومی مقاصد سامنے رہتے ہیں اور نئی نسلیں ان اعلیٰ قومی مقاصد کو سامنے رکھ کر ہی اپنی قومی زندگی کا تسلسل قائم رکھ سکتی ہیں۔ اِس اعتبار سے حکومت کا ۱۹۷۶ء کو قائد اعظمؒ کا سال قرار دینا ایک نہایت ہی مستحسن اور مبارک فیصلہ تھا۔ اِس اہتمام سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ پورا سال اس نادرۂ روزگار شخصیت کی سیرت و کردار اور افکار و تعلیمات کے اذکار و تذکار میں صرف ہوا، اور قائد اعظمؒ کی ذات کے حوالے سے تخلیق پاکستان کے تاریخی پس منظر، مسلم قومیت کے منفرد تصوّر اور خود بانیٔ پاکستان کے تصوّرِ پاکستان کے بارے میں نئی نسل کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ ہم ان سب باتوں کے دل سے قدردان ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دل میں رہ رہ کر یہ احساس بھی اُبھرتا ہے کہ قائد اعظمؒ کی یاد صرف ایک ہی سال کیوں؟ کیا یہ مطالبہ جائز نہیں ہوگا کہ آپ کی شخصیت و کردار، افکار و تعلیمات اور آپ کے تصوّرِ پاکستان اور آپ کی عہد آفریں تاریخی جد و جہد پر ایک جامع کتاب ہمارے تعلیمی نصابات میں ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کی جائے۔ تاکہ ہماری قوم نظریۂ پاکستان کے بارے میں تو یک سو ہو۔

ایک فراموش کردہ دیدہ ور

آج سے سات سال قبل نومبر ۱۹۶۹ء کو ڈاکٹر محمد رفیع الدین کراچی میں ٹریفک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہوئے تو اخبارات میں ایک معمولی سی خبر اُن کی وفات کے بارے میں چھپی۔ خبر کچھ اس انداز

میں رپورٹ ہوئی کہ گویا اس میں خبریت کا پہلو حادثہ کی وجہ سے تھا نہ کہ ڈاکٹر رفیع الدین کی وجہ سے! قوم کی اس بے حسی پر دل بے حد ملول ہوا کہ اپنے جمال سے کس قدر بے اعتنا واقع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم و مغفور اگرچہ ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ لیکن زیادہ شہرت اس لیے نہ پا سکے کہ وہ کوئی سیاسی آدمی نہ تھے، لہٰذا غریبِ شہر کی حیثیت سے زندگی گزار کر یہ کہتے ہوئے چُپ چاپ عالمِ فانی کو سدھار گئے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

اسلامی تعلیم کے 'قائداعظم نمبر' میں ڈاکٹر رفیع الدین کا ذکر عین بیچ میں اس لیے لانا ناگزیر ہے کہ آپ نے پاکستان کے قیام کے چند سال بعد ایک کتابچہ "پاکستان کا مستقبل" کے عنوان سے لکھا۔ اس کے دیباچہ میں آپ لکھتے ہیں:۔

میں نے اپنی کتاب "آئیڈیالوجی آف دی فیوچر" میں اقبال کے تصورِ خودی کی منظم تشریح کرتے ہوئے اس کو اُس کے آخری نتائج تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ جب میں یہ کتاب لکھ رہا تھا، تو رجحاناتِ ارتقاء کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا، کہ حقائقِ فطرت ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ زود یا بدیر عالمِ انسانی میں ایک ایسی ریاست وجود میں آئے گی۔ جو نہایت اخلاص کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصولوں کو اپنا سیاسی نظریہ بنائے گی اور پھر یہ ریاست رفتہ رفتہ تمام دنیا میں پھیل جائے گی، اور اس کے ذریعے آدم اپنے انتہائی عروج کو پہنچے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے اس خیال کو ان حقائق کے سمیت جو اُس پر مجبور کرتے ہیں۔ اس کتاب کی فصل پالٹکس اینڈ وار POLITIES AND WAR) میں درج کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں ختم ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

جب پاکستان کے مطالبہ نے زور پکڑا تو میری توجہ بعض ایسے حقائق کی طرف ہوئی، جن کی بناء پر مجھے یقین ہو گیا کہ مستقبل کی عظیم الشان اور عالمگیر اسلامی ریاست جس کی طرف حقائقِ فطرت اشارہ کر رہے ہیں۔ پاکستان ہی ہے (اور) لہٰذا پاکستان بن کر رہے گا۔ جب پاکستان بن گیا تو میں نے قائداعظم کی خدمت میں اپنی کتاب کا ایک نسخہ بھیجا اور ایک طویل عریضہ لکھا کہ کس طرح سے اگر پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنایا گیا تو اس کا مستقبل ہماری توقعات سے بڑھ کر شاندار ہوگا اور کس

طرح سے فلسفہ خودی اس زمانہ کی اسلامی ریاست کی مشکلات کا قدرتی حل ہے ۔ اس عریضہ کی کاپیاں بعض وزراء کو اور اسمبلی کے اراکین کو بھیجیں ۔ لیکن اس وقت پاکستان ایسی مشکلات میں گھرا ہوا تھا ، کہ دستور سازی کے مسئلہ کی طرف توجہ کرنا ممکن نہیں تھا ۔

زیر قلم مقالہ میں جو " پاکستان کا مستقبل " کی صورت میں قارئین کے سامنے آرہا ہے ، میں نے کوشش کی ہے کہ فلسفہ خودی کی مختصر تشریح کر کے پاکستان کے سیاسی نظریہ کے طور پر اس کی اہمیت اور ضرورت کی وضاحت کروں ....

اقبال کے فلسفہ خودی کا ظہور پانا ، پھر اس کا زیادہ مفصل اور منظم صورت اختیار کرنا پاکستان کے ایک معجزہ کے طور پر وجود میں آنا اور پھر ایک ایسے معجزہ کے طور پر ایک اسلامی ریاست بننا یہ سب مستقبل کی اسلامی ریاست کی زندگی اور ترقی کے اسباب ہیں اور اس سلسلہ کی اگلی کڑی فلسفہ خودی کو پاکستان میں اسلام کی سرکاری ترجمانی کے لیے کام میں لانا ہے .....

" اسلام اور کفر کی کشمکش اس وقت ایک بحرانی نکتہ پر پہنچی ہوئی ہے ۔ اگر فلسفہ خودی پاکستان کا سرکاری نظریہ بن گیا تو یہ کشمکش فوراً اسلام کے حق میں اور کفر کے خلاف طے پا جائے گی ۔ اگرچہ یہ یقین کرنے کی وجوہات ہیں کہ فلسفہ خودی پاکستان کا سرکاری نظریہ قرار پانا قدرت کا اپنا مقصد ہے ۔ لیکن خدا اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہم سے کام لینا چاہتا ہے ۔ آئیے ہم اس کام کے لیے کمر ہمت باندھ لیں ، تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے ۔ اگر ہم نے سستی کی تو خدا تعالیٰ کے مقاصد تو نہ رکیں گے ۔ البتہ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا ۔"

ایک ایسا دیدہ ور جو علامہ اقبال کے نظریۂ خودی اور قائد اعظم کے نظریۂ پاکستان کے اندرونی رشتہ پر نظر رکھتا ہو ، کیا اس قابل ہے کہ بڑی آسانی سے فراموش کر دیا جائے ؟